ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 0204

Program: Matric

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

شعبہ اردو

کورس :روز مرہ اردو(204)

سطح :میٹرک

سمسٹر : خزاں2026

امتحانی مشق نمبر 1

کل نمبر — 100 :کامیابی کے نمبر40 :

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE — For Study & Reference

نوٹ: یہ حل شدہ مشق صرف مطالعے اور رہنمائی کے لیے ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ اسے پڑھ کر سمجھیں اور امتحانی مشق اپنے الفاظ میں، اپنی سمجھ کے مطابق تحریر کریں۔ ہو بہو نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے اور یونیورسٹی کی ہدایات کے مطابق قابلِ سزا بھی ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر1

سوال 1۔) الف (مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیجیے I :۔ محمد بن قاسم نے سندھ پر کب اور کیوں حملہ کیا؟ II ۔ سر کے بالوں کی صفائی اور حفاظت کیوں ضروری ہے؟ III ۔ لباس کے انتخاب میں کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟ IV ۔ ورزش ہمارے جسم کے لیے کیوں ضروری ہے؟ V ۔ مکالمہ کسے کہتے ہیں؟) — (2x5=10) ب (ریلوے اسٹیشن پر قلی کس طرح گفتگو کرتے ہیں؟ مکالمے کی شکل میں تحریر کریں۔] — (10) نوٹ :کتابچے میں مختصر سوالوں والے حصے پر) الف (کا حرف چھپا ہوا نہیں ہے، مگر اس کے بعد) ب (چھپا ہے، اس لیے پہلا حصہ) الف (ہی سمجھا اور لکھا گیا ہے۔]

تعارف

یہ سوال دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں نصاب کے مختلف اسباق سے لیے گئے پانچ مختصر سوالات ہیں جن کے جواب صاف، درست اور جامع انداز میں دینا مقصود ہے، اور دوسرے حصے میں ریلوے اسٹیشن کے ماحول پر ایک مکالمہ لکھنا ہے۔ مختصر جواب کی خوبی یہی ہوتی ہے کہ بات کم لفظوں میں مکمل ہو جائے اور کوئی اہم نکتہ رہ نہ جائے۔ ذیل میں پانچوں سوالوں کے جواب ترتیب وار دیے جا رہے ہیں اور اس کے بعد قلی اور مسافر کے درمیان مکالمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

I۔ محمد بن قاسم نے سندھ پر کب اور کیوں حملہ کیا؟

محمد بن قاسم نے712 ء میں سندھ پر حملہ کیا۔ وہ اموی خلیفہ کے حکم پر اور عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی سرپرستی میں ایک بڑی فوج لے کر سندھ آیا تھا۔ اس حملے کی فوری وجہ یہ بنی کہ سندھ کے ساحل کے قریب بحری قزاقوں نے مسلمانوں کے ایک تجارتی جہاز کو لوٹ لیا تھا جس میں مسلمان مرد، عورتیں اور بچے سوار تھے، اور سندھ کے حکمران راجا داہر نے ان مجرموں کو سزا دینے اور لوٹا ہوا مال واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس سے پہلے بھی مسلمانوں کی دو مہمات ناکام ہو چکی تھیں، لہٰذا محمد بن قاسم کو اس کام کے لیے منتخب کیا گیا۔ انہوں نے پہلے دیبل کی بندرگاہ فتح کی، پھر آگے بڑھتے ہوئے راجا داہر کو فیصلہ کن جنگ میں شکست دی اور یوں سندھ مسلمانوں کے زیرِ اثر آ گیا۔ اسی وجہ سے سندھ کو اسلامی تاریخ میں" باب الاسلام "یعنی اسلام کا دروازہ کہا جاتا ہے، کیونکہ برصغیر میں اسلام کی آمد کا باضابطہ آغاز یہیں سے ہوا۔ محمد بن قاسم نے فتح کے بعد اہلِ سندھ کے ساتھ نرمی، انصاف اور رواداری کا سلوک کیا، جس کی وجہ سے مقامی لوگ ان سے بہت متاثر ہوئے۔

II۔ سر کے بالوں کی صفائی اور حفاظت کیوں ضروری ہے؟

سر کے بال ہماری شخصیت کی خوبصورتی اور صحت دونوں کا اہم حصہ ہیں، اس لیے ان کی صفائی اور حفاظت ضروری ہے۔ اگر بالوں کی باقاعدہ صفائی نہ کی جائے تو سر کی جلد پر میل کچیل جم جاتا ہے، خشکی پیدا ہوتی ہے، جوئیں پڑنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور بال کمزور ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ گندے بالوں سے بدبو آنے لگتی ہے جو ملنے جلنے والوں پر بُرا اثر ڈالتی ہے اور آدمی کی شخصیت ماند پڑ جاتی ہے۔ صاف ستھرے اور سنورے ہوئے بال انسان کو تروتازہ، پراعتماد اور خوش وضع ظاہر کرتے ہیں۔ بالوں کی حفاظت کے لیے ہفتے میں باقاعدگی سے سر دھونا، صاف کنگھی استعمال کرنا، بالوں کو دھوپ اور گرد و غبار سے بچانا اور مناسب تیل لگانا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ متوازن غذا بھی بالوں کی مضبوطی کے لیے اہم ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ بالوں کی صفائی صرف ظاہری

خوبصورتی نہیں بلکہ جسمانی صحت اور نفسیاتی سکون کا بھی ذریعہ ہے۔ جو شخص اپنے بالوں کی پروا نہیں کرتا وہ آہستہ آہستہ دوسری صفائیوں سے بھی غافل ہو جاتا ہے، اس لیے یہ چھوٹی سی عادت پوری زندگی کے نظم و ضبط کی بنیاد بنتی ہے۔

III۔ لباس کے انتخاب میں کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

لباس انسان کی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے، اس لیے اس کے انتخاب میں چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ سب سے پہلے لباس موسم کے مطابق ہو؛ گرمیوں میں ہلکا، ڈھیلا اور ہلکے رنگ کا لباس آرام دہ رہتا ہے اور سردیوں میں گرم اور مناسب لباس جسم کو سردی سے بچاتا ہے۔ دوم، لباس صاف ستھرا اور جسم پر مناسب فٹ ہو، نہ اتنا تنگ کہ حرکت میں دشواری ہو اور نہ اتنا ڈھیلا کہ بے ڈھنگا لگے۔ سوم، لباس موقع اور مقام کے مطابق ہو؛ اسکول، دفتر، تقریب اور کھیل کے لباس میں فرق ہونا چاہیے۔ چوتھے، لباس سادہ، شائستہ اور اپنی حیثیت کے مطابق ہو، دکھاوے اور فضول خرچی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ پانچویں، لباس ایسا ہو جس میں انسان خود کو پُرسکون اور بااعتماد محسوس کرے۔ یاد رکھیں کہ قیمتی لباس نہیں بلکہ صاف، مناسب اور سلیقے سے پہنا ہوا لباس ہی انسان کو باوقار بناتا ہے۔ اس کے علاوہ لباس کا رنگ بھی چہرے اور موقع کی مناسبت سے منتخب کرنا چاہیے، کیونکہ مناسب رنگ شخصیت کو نکھارتا ہے جبکہ بے جوڑ رنگ پوری وضع کو بگاڑ دیتا ہے۔

IV۔ ورزش ہمارے جسم کے لیے کیوں ضروری ہے؟

ورزش ہمارے جسم کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ یہ جسم کو چست، مضبوط اور بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ باقاعدہ ورزش سے خون کی گردش تیز ہوتی ہے، دل اور پھیپھڑے مضبوط ہوتے ہیں، عضلات میں طاقت آتی ہے اور اضافی چربی گھل کر جسم متناسب رہتا ہے۔ جو لوگ ورزش نہیں کرتے وہ سستی، موٹاپے اور مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ورزش سے بھوک اچھی لگتی ہے، نیند گہری آتی ہے اور دماغ تروتازہ رہتا ہے، جس سے پڑھائی اور کام میں دل لگتا ہے۔ طالب علم کے لیے تو ورزش اور بھی اہم ہے کیونکہ صحت مند جسم ہی صحت مند دماغ کی بنیاد ہے۔ صبح کی سیر، دوڑ، کھیل کود اور ہلکی پھلکی جسمانی مشقیں سب ورزش ہی کی صورتیں ہیں۔ ڈاکٹر بھی ہر عمر کے انسان کو روزانہ کچھ وقت ورزش کے لیے نکالنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنی روزمرہ زندگی میں ورزش کو لازمی جگہ دینی چاہیے، کیونکہ تندرستی ہزار نعمت ہے اور ورزش اس نعمت کی حفاظت کا سب سے سستا اور آزمودہ طریقہ ہے۔

V. مکالمہ کسے کہتے ہیں؟

مکالمہ دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے درمیان ہونے والی گفتگو کو کہتے ہیں۔ ادب میں مکالمہ ایک اہم صنف ہے جس میں کردار آپس میں بات چیت کرتے ہوئے اپنے خیالات، احساسات اور نقطۂ نظر کا اظہار کرتے ہیں۔ مکالمے کے ذریعے کوئی واقعہ، مسئلہ یا صورتِ حال براہِ راست قاری کے سامنے آ جاتی ہے، اس لیے یہ مضمون کے مقابلے میں زیادہ زندہ اور دلچسپ محسوس ہوتا ہے۔ ڈرامے کی بنیاد ہی مکالمے پر ہوتی ہے۔ اچھے مکالمے کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس کی زبان سادہ اور موقع کے مطابق ہو، ہر کردار کی گفتگو اس کی عمر، پیشے اور مزاج کے مطابق ہو، جملے مختصر اور فطری ہوں اور گفتگو کسی مقصد کی طرف بڑھتی ہو۔ مکالمہ لکھتے وقت ہر کردار کا نام الگ سطر میں لکھ کر اس کے آگے اس کی بات لکھی جاتی ہے۔ اسکولی سطح پر مکالمہ نگاری سے طالب علم کی گفتگو کی صلاحیت، مشاہدہ اور اظہارِ خیال بہتر ہوتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں بھی ہم ہر وقت مکالمے ہی میں مصروف ہوتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ادبی مکالمہ سوچ سمجھ کر، سلیقے اور مقصد کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والا اس سے کوئی سبق یا لطف حاصل کر سکے۔

ب) (ریلوے اسٹیشن پر قلی سے گفتگو — مکالمہ

مسافر :بھائی قلی !ذرا ادھر آنا، یہ سامان اٹھانا ہے۔

قلی :جی صاحب، حاضر ہوں۔ آپ کو کس گاڑی سے جانا ہے اور سامان کہاں تک لے جانا ہے؟

مسافر :مجھے لاہور جانے والی گاڑی پکڑنی ہے جو پلیٹ فارم نمبر تین سے چلے گی۔ میرے پاس دو سوٹ کیس اور ایک بستر بند ہے۔

قلی :صاحب، پریشان نہ ہوں۔ میں سامان سر پر اٹھا کر آپ کو پلیٹ فارم نمبر تین تک پہنچا دوں گا۔ گاڑی آنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی ہیں، وقت کافی ہے۔

مسافر :اچھا، مزدوری کیا لو گے؟ پہلے طے کر لو تاکہ بعد میں بات نہ بگڑے۔

قلی :صاحب، سرکاری نرخ نامہ بورڈ پر لگا ہوا ہے۔ اس سامان کی مزدوری ڈیڑھ سو روپے بنتی ہے، اس سے ایک روپیہ زیادہ نہیں لوں گا۔ ہم قلیوں کو اسی نرخ پر کام کرنا ہوتا ہے۔

مسافر :بہت خوب، یہ سن کر خوشی ہوئی۔ چلو، سامان اٹھاؤ، میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔

قلی :صاحب، آپ آہستہ آہستہ آئیے، بھیڑ زیادہ ہے۔ اپنا بٹوہ اور موبائل سنبھال کر رکھیں، اسٹیشن پر بھیڑ میں جیب کترے بھی گھومتے ہیں۔

مسافر :تم بہت سمجھ دار ہو۔ کتنے عرصے سے یہ کام کر رہے ہو؟

قلی :صاحب، بیس سال ہو گئے ہیں۔ اسی اسٹیشن پر جوانی گزری ہے۔ اس مزدوری سے گھر کا خرچ چلتا ہے اور بچے اسکول بھی جاتے ہیں۔ محنت کی کمائی میں برکت ہوتی ہے، صاحب۔

مسافر :گاڑی آ گئی ہے۔ میرا ڈبہ ذرا آگے ہے، وہاں تک سامان رکھ دو۔

قلی :جی صاحب، میں سامان آپ کی سیٹ کے نیچے رکھ دیتا ہوں تاکہ راستے میں دقت نہ ہو۔ لیجیے، سامان مکمل رکھ دیا ہے، گن لیجیے، دو سوٹ کیس اور ایک بستر بند۔

مسافر :بہت شکریہ بھائی۔ یہ لو اپنی مزدوری اور یہ کچھ اضافی میری طرف سے۔ تمھاری ایمان داری اور خوش اخلاقی نے دل خوش کر دیا۔

قلی :اللہ آپ کا سفر خیر سے کرے، صاحب۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

اس مکالمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قلی سادہ، محنتی اور ایمان دار طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی گفتگو میں شائستگی، نرخ کی وضاحت اور مسافر کی راہ نمائی شامل ہے، جبکہ مسافر کی گفتگو میں نرمی اور قدر دانی نظر آتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن پر اس قسم کی گفتگو روز کا معمول ہے، مگر اسے مکالمے کی شکل دینے سے کرداروں کی زبان، پیشہ اور مزاج خود بخود نمایاں ہو جاتا ہے۔ یہی مکالمہ نگاری کا اصل کمال ہے کہ سادہ گفتگو بھی پڑھنے والے کے ذہن میں پورا منظر زندہ کر دے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے حصے کے پانچوں جوابات تاریخ، صحت، صفائی، لباس اور ادبی اصطلاح جیسے متنوع موضوعات کو محیط ہیں اور دوسرے حصے کا مکالمہ روزمرہ زندگی کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔ یہ دونوں حصے مل کر اس کورس" روز مرہ اردو "کے بنیادی مقصد کو پورا کرتے ہیں کہ طالب علم اردو کو صرف کتابی زبان کے طور پر نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کی عملی زبان کے طور پر سیکھے اور استعمال کرے۔

سوال نمبر2

سوال :2 نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات کے حوالے سے تفصیل قلم بند کریں۔(20)

تعارف

انسانیت کی تاریخ میں سب سے کامل اور جامع شخصیت نبی کریم ﷺ کی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو انسانوں کے لیے نمونہ ہے، اور آپ ﷺ کے اخلاق و عادات کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے باعثِ ہدایت ہے۔ سیرت کی مستند کتابوں میں آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں جو تفصیلات منقول ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کا اخلاق عملی زندگی میں قرآن کی تعلیمات کا جیتا جاگتا نمونہ تھا؛ یعنی جو کچھ کتاب میں لکھا ہے وہی کچھ آپ ﷺ کی زندگی میں نظر آتا تھا۔ اس جواب میں آپ ﷺ کے اخلاق اور روزمرہ عادات کو سیرت کی روایات کے مفہوم کی روشنی میں بیان کیا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں مقصد سیرت کا تعلیمی مطالعہ ہے؛ شرعی احکام اور عملی مسائل میں رہنمائی کے لیے اہلِ علم علماء سے رجوع کرنا چاہیے۔

سچائی اور امانت

آپ ﷺ کے اخلاق کی سب سے نمایاں خوبی سچائی اور امانت داری تھی۔ نبوت سے پہلے ہی مکہ کے لوگ آپ ﷺ کو ”الصادق الامین “یعنی سچے اور امانت دار کے لقب سے پکارتے تھے اور اپنے قیمتی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے۔ آپ ﷺ نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، حتیٰ کہ مزاح میں بھی ایسی بات نہ فرمائی جو حقیقت کے خلاف ہو۔ امانت کی حفاظت کا یہ عالم تھا کہ ہجرت کی رات، جب دشمن آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، آپ ﷺ نے لوگوں کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں کہ وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ تجارت میں بھی آپ ﷺنے ہمیشہ دیانت داری اختیار کی، یہی وجہ تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی امانت و دیانت سے متاثر ہو کر اپنے تجارتی مال کے ساتھ آپ ﷺ کو منتخب کیا۔ آج کے دور میں جب سچائی اور امانت کو کمزوری سمجھا جانے لگا ہے، آپ ﷺ کی یہ سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ اصل عزت اور کامیابی اسی کردار میں ہے۔

سادگی، قناعت اور عاداتِ زندگی

آپ ﷺ کی زندگی سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ آپ ﷺ کا لباس سادہ ہوتا، بستر سادہ ہوتا اور کھانا بھی جو میسر آتا اسی پر قناعت فرماتے۔ سیرت کی کتابوں میں مفہوماً آتا ہے کہ آپ ﷺ کے گھر میں کبھی لگاتار ایسی آسائش نہ رہی کہ پیٹ بھر

کر کھانا کئی دن مہیا ہو، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کے چہرے پر شکوے کی کوئی جھلک نہ آتی اور ہر حال میں شکر گزاری کی کیفیت رہتی۔ آپ ﷺ اپنے کام خود کر لیتے؛ کپڑے میں پیوند لگا لینا، جوتا گانٹھ لینا اور گھر کے کاموں میں اہلِ خانہ کا ہاتھ بٹانا آپ ﷺ کی عادات میں شامل تھا۔ آپ ﷺ کی گفتگو نپی تلی، نرم اور واضح ہوتی؛ نہ فضول باتیں فرماتے، نہ کسی کی دل آزاری کرتے۔ مسکرانا آپ ﷺ کی پہچان تھی اور صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ تبسم فرمانے والے تھے۔ کھانے میں آپ ﷺ کبھی عیب نہ نکالتے؛ جو پسند آتا کھا لیتے اور جو پسند نہ آتا اسے خاموشی سے چھوڑ دیتے۔ یہ معمولات ہمیں سکھاتے ہیں کہ عظمت شان و شوکت میں نہیں بلکہ سادگی، قناعت اور شکر میں ہے۔

رحم، شفقت اور عفو و درگزر

آپ ﷺ کی ذات رحم و شفقت کا سرچشمہ تھی۔ بچوں سے بے پناہ محبت فرماتے، یتیموں اور بے سہاروں کی دل جوئی کرتے اور غلاموں اور خدمت گاروں کے ساتھ ایسا نرم سلوک رکھتے کہ آپ ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیان کا مفہوم ہے کہ طویل خدمت کے دوران آپ ﷺ نے کبھی ان سے اف تک نہ کہا اور نہ کسی کام پر ڈانٹا۔ دشمنوں کے ساتھ عفو و درگزر آپ ﷺ کے اخلاق کی وہ بلندی ہے جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ فتح مکہ کے موقع پر وہ لوگ آپ ﷺ کے سامنے تھے جنہوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے، مگر آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ طائف کے سفر میں پتھراؤ سے زخمی ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اہلِ طائف کے لیے بددعا کے بجائے ہدایت کی دعا کی۔ حیوانات کے ساتھ بھی آپ ﷺ رحم کا حکم دیتے اور ان پر بے جا بوجھ لادنے یا تکلیف دینے سے منع فرماتے۔ یہ اخلاق بتاتا ہے کہ طاقت کے باوجود معاف کر دینا اور کمزور پر رحم کرنا ہی اصل بڑائی ہے۔

عاجزی، مہمان نوازی اور حسنِ سلوک

بلند ترین مرتبے کے باوجود آپ ﷺ میں عاجزی اس درجہ تھی کہ مجالس میں اس طرح تشریف رکھتے کہ آنے والا اجنبی پہچان نہ پاتا کہ ان میں سردار کون ہے۔ آپ ﷺ مریض کی عیادت کرتے، جنازوں میں شریک ہوتے، غریبوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے اور ہر شخص کی بات توجہ سے سنتے، چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ مہمان نوازی آپ ﷺ کی خاص صفت تھی؛ مہمان کی خاطر داری کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا اور آپ ﷺ خود اس پر سب سے زیادہ عمل فرمانے والے تھے۔ وعدے کی پابندی، پڑوسی کے حقوق کی حفاظت، رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور بات میں نرمی

آپ ﷺ کی تعلیم اور عمل دونوں میں نمایاں ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمان کی پہچان ہی یہ بتائی کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں۔ ان اوصاف کو اگر ہم اپنی زندگی میں اپنا لیں تو ہمارا معاشرہ خود بخود پرامن، منصفانہ اور محبت بھرا بن جائے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات سچائی، امانت، سادگی، رحم، عفو اور عاجزی کا حسین مجموعہ ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت صرف پڑھنے کی چیز نہیں بلکہ اپنانے کی چیز ہے۔ ایک طالب علم کے لیے اس مطالعے کا اصل فائدہ یہی ہے کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں سچ بولنے، امانت کی حفاظت کرنے، سادگی اختیار کرنے اور دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی کوشش کرے۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان دنیا میں عزت اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

سوال نمبر3

سوال :3 تحریک پاکستان کے منظر نامے پر تفصیلی روشنی ڈالیں، نیز تفصیل سے بتائیں کہ قائدین نے کن اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان حاصل کیا۔(20)

تعارف

تحریک پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کی وہ طویل، پُرامن اور آئینی جدوجہد ہے جس کے نتیجے میں 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر پاکستان کے نام سے ایک آزاد مسلمان ریاست وجود میں آئی۔ یہ تحریک کسی ایک دن یا ایک واقعے کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ کم و بیش ایک صدی کے سیاسی، تعلیمی اور سماجی شعور کی پیداوار تھی۔ اس جواب میں پہلے تحریک کے منظر نامے یعنی پس منظر اور مراحل پر روشنی ڈالی جائے گی اور پھر ان اصولوں کا تفصیلی ذکر ہو گا جنہیں سامنے رکھ کر قائدین نے یہ عظیم کامیابی حاصل کی۔

پس منظر اور منظر نامہ

1857ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد برصغیر کے مسلمان سب سے زیادہ زوال کا شکار ہوئے۔ انگریزوں نے اس جنگ کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا، ان کی جاگیریں ضبط ہوئیں، ملازمتوں کے دروازے بند ہوئے اور تعلیم میں وہ ہندوؤں سے بہت پیچھے رہ گئے۔ ایسے میں سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو جدید تعلیم کی طرف راغب کیا، علی

گڑھ میں تعلیمی ادارہ قائم کیا اور مسلمانوں کو مایوسی سے نکال کر عملی زندگی کی راہ دکھائی۔1885 ء میں کانگریس قائم ہوئی جو بظاہر تمام ہندوستانیوں کی جماعت تھی مگر آہستہ آہستہ اس پر ہندو اکثریت کا غلبہ ہوتا گیا۔1905 ء میں بنگال کی تقسیم پر ہندوؤں کے شدید ردِ عمل اور1906 ء میں شملہ وفد کے بعد مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ اپنے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لیے ان کی الگ جماعت ضروری ہے، چنانچہ 30 دسمبر1906 ء کو ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہی وہ مرحلہ ہے جہاں سے تحریک پاکستان کی باقاعدہ سیاسی تاریخ شروع ہوتی ہے۔

اہم مراحل

تحریک پاکستان کئی اہم مراحل سے گزری۔1916 ء میں میثاقِ لکھنؤ کے ذریعے مسلم لیگ اور کانگریس میں اتفاق ہوا اور کانگریس نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا حق تسلیم کیا۔1929 ء میں قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنے مشہور چودہ نکات پیش کیے جن میں مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی اور ثقافتی حقوق کا جامع چارٹر پیش کیا گیا۔1930 ء میں علامہ محمد اقبال نے الہ آباد کے خطبے میں برصغیر کے شمال مغربی مسلم اکثریتی علاقوں کے لیے الگ ریاست کا تصور پیش کیا، یہی تصور آگے چل کر تحریک کی نظریاتی بنیاد بنا۔1940 ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں قراردادِ لاہور منظور ہوئی جس میں مسلمانوں کے لیے آزاد ریاستوں کا مطالبہ باقاعدہ پیش کیا گیا۔46-1945 ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے مسلمانوں کی مخصوص نشستوں پر بھاری کامیابی حاصل کر کے ثابت کر دیا کہ وہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ ان مراحل کے بعد انگریز حکومت اور کانگریس کے لیے مطالبۂ پاکستان کو نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا اور بالآخر 3 جون1947 ء کے منصوبے کے تحت تقسیم کا اعلان ہوا اور 14 اگست1947 ء کو پاکستان قائم ہو گیا۔

قائدین کے اصول

قائدین نے پاکستان حاصل کرنے میں چند بنیادی اصولوں کو ہمیشہ سامنے رکھا۔ پہلا اور بنیادی اصول دو قومی نظریہ تھا، جس کی رو سے برصغیر کے مسلمان اور ہندو مذہب، تہذیب، تاریخ، قانون اور رسم و رواج کے اعتبار سے دو الگ قومیں ہیں، اس لیے مسلمانوں کو اپنی الگ ریاست کا حق حاصل ہے۔ دوسرا اصول آئینی اور قانونی جدوجہد تھا؛ قائد اعظم نے ہمیشہ مذاکرات، دلائل اور قانون کا راستہ اختیار کیا اور تشدد سے پرہیز کیا، یہی وجہ ہے کہ انہیں قانون دان اور آئینی سیاست کا سب سے بڑا ماہر مانا جاتا ہے۔ تیسرا اصول اتحاد و تنظیم تھا؛ مسلم لیگ کو گاؤں گاؤں اور شہر شہر تک منظم کیا گیا اور" اتحاد، تنظیم اور یقینِ محکم "کا پیغام ہر مسلمان تک پہنچایا گیا۔ چوتھا اصول قربانی اور استقامت تھا؛ قائدین اور عوام نے مال، وقت اور جان کی قربانیاں دیں مگر اپنے مطالبے سے پیچھے نہ ہٹے۔ پانچواں

اصول مذہبی رواداری اور اقلیتوں کے حقوق کا احترام تھا؛ قائد اعظم نے واضح کیا تھا کہ پاکستان میں تمام شہری اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے اور ریاست کی نظر میں سب برابر ہوں گے۔ چھٹا اصول جمہوری طرزِ عمل تھا، یعنی عوام کی رائے اور انتخابات کے ذریعے اپنا مقدمہ ثابت کرنا۔ انہی اصولوں کی برکت ہے کہ ایک عظیم ریاست بغیر کسی بڑی جنگ کے، دلیل اور تنظیم کی طاقت سے حاصل کر لی گئی۔

عوام، طلبہ اور خواتین کا کردار

تحریک پاکستان کی کامیابی میں قیادت کے ساتھ ساتھ عوام کا کردار بھی فیصلہ کن تھا۔ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نوجوانوں نے قائد اعظم کے پیغام کو طالب علموں اور عام لوگوں تک پہنچایا، جلسے جلوس منظم کیے اور ووٹروں کی راہ نمائی کی۔ خواتین نے بھی اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا؛ محترمہ فاطمہ جناح قائد اعظم کی دستِ راست بنیں اور مسلم خواتین نے ویمنز کمیٹیوں کے ذریعے گھر گھر جا کر تحریک کا پیغام پہنچایا۔ علماء، ادیبوں اور صحافیوں نے اپنے اپنے میدان میں نظریے کی تشریح کی اور عوام میں سیاسی شعور پیدا کیا۔ قائد اعظم کے سادہ اور مؤثر نعرے، یعنی اتحاد، تنظیم اور یقینِ محکم، نے بکھری ہوئی قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ ہمیں بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہجرت کے دوران لاکھوں لوگوں نے اپنے گھر بار، جائیداد اور عزیز و اقارب کی قربانیاں دیں، جن کا خون اس ریاست کی بنیادوں میں شامل ہے۔ اس لیے تحریک پاکستان صرف سیاست دانوں کی تحریک نہیں تھی بلکہ پوری قوم کی مشترکہ جدوجہد تھی، اور یہی اس کی اصل طاقت تھی۔

نتیجہ

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تحریک پاکستان ایک منظم، نظریاتی اور پُرامن جدوجہد تھی جس کی قیادت نے اصولوں پر سودے بازی کرنے کے بجائے ثابت قدمی دکھائی۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان اصولوں، یعنی اتحاد، تنظیم، ایمان اور قربانی کو اپنی زندگی اور قومی معاملات میں زندہ رکھیں، کیونکہ جن اصولوں سے پاکستان حاصل ہوا تھا، انہی اصولوں سے پاکستان مضبوط ہو سکتا ہے۔

اہمیت	واقعہ	برس
مسلمانوں کی الگ سیاسی جماعت وجود میں آئی	مسلم لیگ کا قیام، ڈھاکہ	1906ء

جداگانہ انتخابات کا حق تسلیم کیا گیا	میثاقِ لکھنؤ	1916ء
مسلمانوں کے حقوق کا جامع چارٹر پیش ہوا	قائد اعظم کے چودہ نکات	1929ء
الگ مسلم ریاست کا تصور پیش ہوا	خطبۂ الہ آباد، علامہ اقبال	1930ء
آزاد مسلم ریاست کا باقاعدہ مطالبہ ہوا	قرار دادِ لاہور	1940ء
14اگست کو آزاد ریاست وجود میں آئی	قیامِ پاکستان	1947ء



وضاحتی خاکہ: تحریکِ پاکستان کے اہم مراحل (تاریخیں تاریخی واقعات کی ہیں)

سوال نمبر4

سوال :4 نصاب میں شامل مضمون کی روشنی میں صحت و صفائی کی اہمیت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔(20)

تعارف

ہماری درسی کتاب کے مضمون" صحت و صفائی "میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ صحت انسان کی سب سے بڑی دولت ہے اور صفائی اس دولت کی حفاظت کی کنجی ہے۔ جو قومیں صحت و صفائی کے اصولوں پر عمل کرتی ہیں وہ ترقی کرتی ہیں اور جو ان سے غفلت برتتی ہیں وہ بیماریوں، کمزوری اور پسماندگی کا شکار رہتی ہیں۔ اس نوٹ میں مضمون کی روشنی میں صحت کی اہمیت، صفائی کے مختلف پہلوؤں اور ان کے فوائد پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

صحت کی اہمیت

صحت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ مشہور کہاوت ہے کہ" تندرستی ہزار نعمت ہے "اور" جان ہے تو جہان ہے"۔ صحت مند انسان اپنے فرائض خوشی سے انجام دیتا ہے، اس کا دماغ تروتازہ رہتا ہے اور اسے زندگی سے لطف آتا ہے۔ اس کے برعکس بیمار انسان اپنا کام بھی پورا نہیں کر سکتا اور دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے۔ طالب علم کے لیے صحت کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے، کیونکہ بیماری کی وجہ سے اس کی پڑھائی متاثر ہوتی ہے اور وہ جماعت میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ ایک صحت مند معاشرہ ہی مضبوط معیشت، بہتر تعلیم اور خوش حالی کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔ ملکی ترقی کا دار و مدار بھی افراد کی جسمانی اور ذہنی صحت پر ہے۔ بیمار اور کمزور افرادی قوت کسی شعبے میں خاطر خواہ کارکردگی نہیں دکھا سکتی۔ اس لیے ہر فرد اور ہر حکومت کی اولیں کوشش ہونی چاہیے کہ صحت کے اصولوں کو عام کیا جائے۔

صفائی اور صحت کا تعلق

صحت اور صفائی کا گہرا تعلق ہے۔ زیادہ تر بیماریاں گندگی سے پیدا اور پھیلتی ہیں۔ جراثیم گندے ماحول، گندے پانی اور گندی غذا میں پرورش پاتے ہیں اور پھر مکھیوں، مچھروں اور ہوا کے ذریعے انسانوں تک پہنچتے ہیں۔ ملیریا، ہیضہ، ٹائیفائیڈ، پیچش اور جلد کی بیماریاں عام طور پر اسی غفلت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس جہاں صفائی کا اہتمام ہوتا ہے وہاں بیماریاں کم ہوتی ہیں اور لوگ لمبی اور صحت مند زندگی گزارتے ہیں۔ ہمارے دین میں بھی صفائی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اسے ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے) مفہوم(؛ نماز جیسی اہم عبادت کے لیے بھی وضو اور پاکیزگی شرط ہے۔ یوں صفائی صرف طبی اصول نہیں بلکہ ہمارا مذہبی اور اخلاقی فریضہ بھی ہے۔ صاف ستھرا انسان معاشرے میں عزت پاتا ہے، جبکہ گندا اور بے پروا شخص لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

ذاتی صفائی کے اصول

صفائی کا آغاز اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ ہمیں روزانہ نہانا چاہیے، دانتوں کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے کیونکہ دانتوں کی خرابی بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں اور حاجت کے بعد ہاتھ صابن سے دھونے چاہئیں، کیونکہ ہاتھوں کے ذریعے ہی زیادہ تر جراثیم منہ تک پہنچتے ہیں۔ ناخن باقاعدگی سے کاٹنے چاہئیں کیونکہ لمبے ناخنوں میں میل اور جراثیم چھپے رہتے ہیں۔ بالوں کی صفائی، صاف لباس پہننا اور اپنے بستر و کمبل کو دھوپ لگوانا بھی ذاتی صفائی کا حصہ ہے۔ اس کے علاوہ متوازن غذا، صاف پانی کا استعمال، باقاعدہ ورزش اور

مناسب نیند صحت کو برقرار رکھنے کے بنیادی اصول ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی عادتیں بظاہر معمولی لگتی ہیں مگر یہی انسان کو بڑی بڑی بیماریوں سے بچاتی ہیں۔

گھر، محلے اور ماحول کی صفائی

صفائی صرف جسم تک محدود نہیں رہنی چاہیے۔ گھر کے کمرے، صحن، باورچی خانہ اور باتھ روم صاف رکھنے چاہئیں۔ کوڑا کرکٹ مقررہ جگہ پر ڈالنا چاہیے اور گھر کے آس پاس پانی کھڑا نہ ہونے دینا چاہیے کیونکہ کھڑے پانی میں مچھر پیدا ہوتے ہیں۔ گلیوں اور محلوں کی صفائی ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے؛ صرف بلدیاتی اداروں پر انحصار کافی نہیں۔ اگر ہر گھر اپنے سامنے کی جگہ صاف رکھے تو پورا محلہ صاف ہو جائے۔ اسکولوں میں بھی طلبہ کو صفائی کی عادت ڈالنی چاہیے اور اپنی جماعت اور میدان کو صاف رکھنے میں حصہ لینا چاہیے۔ کھانے پینے کی اشیاء کو ڈھانپ کر رکھنا، بازار کی کھلی اور دھول مٹی والی اشیاء سے پرہیز کرنا اور پینے کے پانی کو صاف برتن میں محفوظ رکھنا بھی ماحول کی صفائی ہی کے اصول ہیں۔ صاف ماحول میں رہنے والوں کا مزاج خوش گوار رہتا ہے اور ذہنی سکون بھی حاصل ہوتا ہے۔

تعلیم، میڈیا اور اجتماعی ذمہ داری

صحت و صفائی کے اصولوں کو عام کرنے میں تعلیم اور میڈیا کا کردار بہت اہم ہے۔ اسکول کی سطح پر بچوں کو عملی طور پر صفائی کا درس دیا جائے تو یہ عادت عمر بھر ساتھ رہتی ہے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ خود نمونہ بنیں اور طلبہ کی روزانہ صفائی کا جائزہ ایک دوستانہ انداز میں لیں۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی وژن اور سوشل میڈیا کے ذریعے بیماریوں سے بچاؤ کی معلومات عام آدمی تک پہنچائی جا سکتی ہیں، کیونکہ بہت سی بیماریاں صرف لاعلمی کی وجہ سے پھیلتی ہیں۔ حکومت اور بلدیاتی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ صاف پانی، نکاسیٔ آب اور کوڑا اٹھانے کا مناسب نظام فراہم کریں، مگر شہریوں کا بھی فرض ہے کہ وہ ان سہولتوں کا درست استعمال کریں اور گندگی پھیلانے سے گریز کریں۔ یاد رکھیں کہ صفائی ایک دن کا کام نہیں بلکہ زندگی بھر کی عادت ہے؛ جو معاشرہ اس عادت کو اپنا لیتا ہے وہاں اسپتالوں کا بوجھ کم، پیداوار زیادہ اور خوش حالی عام ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ترقی یافتہ ملکوں میں صفائی کو قومی فریضہ سمجھا جاتا ہے اور گندگی پھیلانے پر سزا بھی دی جاتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ صحت و صفائی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں؛ صفائی کے بغیر صحت کا تحفظ ممکن نہیں اور صحت کے بغیر زندگی کی کوئی خوشی مکمل نہیں۔ درسی مضمون کا پیغام یہی ہے کہ ہر طالب علم آج سے یہ عہد کرے کہ وہ اپنی ذات، اپنے گھر اور اپنے ماحول کو صاف رکھے گا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے گا۔ اگر ہم سب یہ اصول اپنا لیں تو ہمارا ملک بیماریوں سے پاک، خوش حال اور ترقی یافتہ بن سکتا ہے۔

صفائی کی عادت	طریقہ	فائدہ
ہاتھ دھونا	کھانے سے پہلے و بعد، صابن سے	جراثیم منہ تک نہیں پہنچتے
دانتوں کی صفائی	صبح و شام مسواک / برش	دانت مضبوط، منہ کی بدبو ختم
نہانا اور لباس	روزانہ نہانا، صاف کپڑے	جلد کی بیماریوں سے حفاظت
گھر کی صفائی	کوڑا مقررہ جگہ، پانی کھڑا نہ ہو	مچھر و مکھی اور بیماری کم
صاف پانی و غذا	ڈھانپی ہوئی غذا، صاف پانی	پیٹ کی بیماریوں سے بچاؤ

سوال نمبر5

سوال :5 سیاق و سباق کے ساتھ مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں، نیز سبق اور مصنف کا نام بھی تحریر کریں۔

” — (20)بیسویں صدی میں ہندوستانی مسلمانوں کے سب سے بڑے رہنما قائد اعظم محمد علی جناح تھے۔ وہ کانگریس میں بھی شامل رہے۔ کانگریس دعویٰ تو پورے ہندوستان کے لوگوں کی نمائندگی کا کرتی تھی لیکن عملاً وہ ہندوؤں کے حقوق کے تحفظ پر کمر بستہ رہی۔ قائد اعظم مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی تنظیم مسلم لیگ میں شامل رہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کانگریس کے ساتھ کئی مشہور معاہدے کیے مثلاً میثاقِ لکھنؤ، تجاویزِ دہلی وغیرہ۔ ہندو معاہدے تو کر لیتے تھے لیکن ان پر عمل نہیں کرتے تھے۔“

حوالۂ سبق و مصنف — شفاف نوٹ

نوٹ :مشق کے کتابچے میں اس پیراگراف کے سبق اور مصنف کا نام چھپا ہوا نہیں ہے، اس لیے اس گائیڈ میں کوئی نام گھڑا نہیں گیا۔ پیراگراف کا موضوع واضح ہے :یہ نصاب کے اس سبق سے لیا گیا ہے جس میں قائد اعظم محمد علی جناح کی شخصیت، ان کی سیاست اور مسلمانوں کے حقوق کے لیے ان کی جدوجہد بیان کی گئی ہے۔ طالب علم اپنی درسی

کتاب کھول کر اسی سبق کا چھپا ہوا عنوان اور اس کے مصنف کا نام اپنی مشق کے اس جواب میں ویسے ہی نقل کرے جیسا کتاب میں درج ہے۔ ذیل میں پیراگراف کی مکمل تشریح سیاق و سباق کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے جو سبق کے مذکورہ موضوع ہی سے متعلق ہے۔

سیاق و سباق

یہ پیراگراف بیسویں صدی کے برصغیر کے سیاسی پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ اس دور میں ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی اور آزادی کی تحریکیں زور پکڑ رہی تھیں۔ ہندوستانیوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کانگریس تھی جو خود کو تمام مذاہب اور طبقات کی نمائندہ کہتی تھی، جبکہ مسلمانوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے 1906ء میں مسلم لیگ قائم کی تھی۔ پیراگراف سے پہلے کے حصے میں غالباً مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور قیادت کے ارتقا کا ذکر ہوتا ہے، اور اس پیراگراف میں مصنف قائد اعظم کی قیادت کے اس پہلو کو اجاگر کرتا ہے کہ وہ بیک وقت کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے وابستہ رہے اور ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے مشترکہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے، مگر کانگریس کے دوغلے رویے نے انہیں بتدریج الگ راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ یہی پس منظر آگے چل کر دو قومی نظریے اور مطالبۂ پاکستان کی صورت میں سامنے آیا۔

تشریح

پیراگراف کے آغاز میں مصنف کہتا ہے کہ بیسویں صدی میں ہندوستانی مسلمانوں کے سب سے بڑے رہنما قائد اعظم محمد علی جناح تھے۔ اس جملے میں" سب سے بڑے رہنما "کہہ کر مصنف نے قائد اعظم کی غیر معمولی قائدانہ صلاحیت، سیاسی بصیرت اور عوامی اعتماد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ قائد اعظم کانگریس میں بھی شامل رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں قائد اعظم ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے اور انہیں" سفیرِ اتحاد "کہا جاتا تھا؛ وہ چاہتے تھے کہ دونوں بڑی قومیں مل کر انگریزوں سے آزادی حاصل کریں۔ مگر پھر مصنف کانگریس کی حقیقت کھولتا ہے کہ کانگریس دعویٰ تو پورے ہندوستان کے لوگوں کی نمائندگی کا کرتی تھی لیکن عملاً وہ ہندوؤں کے حقوق کے تحفظ پر کمر بستہ رہی۔" کمر بستہ رہی "کے محاورے سے مصنف نے کانگریس کے عزم اور قائد اعظم کے تجربے کو ظاہر کیا ہے کہ جب بھی مسلمانوں کے حقوق کا سوال آیا، کانگریس کی قیادت نے اکثریت کے مفاد کو ترجیح دی۔

آگے مصنف بتاتا ہے کہ قائد اعظم مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی تنظیم مسلم لیگ میں بھی شامل رہے۔ اس دوہری وابستگی سے قائد اعظم کی سیاست کا توازن ظاہر ہوتا ہے :وہ قومی سطح پر اتحاد بھی چاہتے تھے اور مسلمانوں کے علیحدہ حقوق کا تحفظ بھی۔ پھر پیراگراف میں ان کی مصالحانہ کوششوں کا ذکر ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کانگریس کے ساتھ کئی مشہور معاہدے کیے، مثلاً میثاقِ لکھنؤ اور تجاویزِ دہلی۔ میثاقِ لکھنؤ1916 ء میں ہوا جس میں کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات تسلیم کیے، اور تجاویزِ دہلی1927 ء میں مسلمانوں کی طرف سے پیش کی جانے والی تجاویز تھیں جن میں تعاون کی شرطوں پر یکجا انتخابات کی پیش کش بھی شامل تھی۔ پیراگراف کا آخری جملہ اس پوری داستان کا خلاصہ ہے" :ہندو ہمیشہ وعدہ تو کر لیتے تھے لیکن ان پر عمل نہیں کرتے تھے۔ "یہی تجربہ بار بار دہرایا گیا جس کے بعد قائد اعظم اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کے حقوق کا اصل تحفظ ان کی الگ ریاست ہی میں ممکن ہے۔ یوں یہ پیراگراف قائد اعظم کی سیاسی زندگی کے تدریجی ارتقا کو سادہ مگر پُراثر انداز میں بیان کرتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معنی

اس پیراگراف کے چند الفاظ و اصطلاحات کا مفہوم سمجھ لینا تشریح کو مزید آسان کر دیتا ہے؛ ذیل کی جدول ملاحظہ کریں۔

مرکزی خیال اور اسلوب

اس پیراگراف کا مرکزی خیال یہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کے حقوق کے لیے ہر ممکن آئینی اور مصالحانہ راستہ اختیار کیا، مگر کانگریس کے غیر منصفانہ اور وعدہ شکن رویے نے ثابت کر دیا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اسلوب کے اعتبار سے پیراگراف تاریخی نثر کی عمدہ مثال ہے؛ جملے سادہ اور واضح ہیں، واقعات کو زمانی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے اور مصنف نے کوئی مبالغہ کیے بغیر حقائق کو قاری کے سامنے رکھا ہے۔ زبان میں" کمر بستہ رہنا "جیسا محاورہ بھی موجود ہے جو تحریر کو پُراثر بناتا ہے۔ ایک اچھا نکتہ یہ ہے کہ مصنف نے الزام تراشی کے بجائے واقعاتی گواہی پیش کی ہے :معاہدوں کے نام بھی دیے ہیں اور ان پر عمل نہ ہونے کی حقیقت بھی۔ یہی انداز سبق کو دلچسپ اور سبق آموز بناتا ہے۔ طالب علم کے لیے اس پیراگراف سے یہ سبق ملتا ہے کہ قیادت میں تدبر، صبر اور اصولی سیاست کتنی اہم ہوتی ہے اور کس طرح قائد اعظم نے دلیل کے زور پر اپنا مقدمہ دنیا کے سامنے جیتا۔

نتیجہ

مجموعی طور پر یہ پیراگراف قائد اعظم کی دوہری وابستگی، مصالحانہ کوششوں اور کانگریس کے رویے کا جامع خلاصہ ہے۔ اس کی تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان کا مطالبہ کسی جذباتی ردِ عمل کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ برسوں کے تجربے، معاہدوں کی ناکامی اور حقوق کی جدوجہد کا منطقی انجام تھا۔ اسی لیے یہ سبق تحریک پاکستان کو سمجھنے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

مفہوم	لفظ / اصطلاح
قیادت کرنے والا، راہ دکھانے والا	رہبر
کسی کی طرف سے بات اور حق پیش کرنا	نمائندگی
حقیقت میں، عمل کے اعتبار سے	عملاً
کسی کام کے لیے پوری طرح تیار اور پرعزم رہنا	کمر بستہ رہنا
1916ء کا مسلم لیگ اور کانگریس کا تاریخی معاہدہ	میثاقِ لکھنؤ
1927ء میں مسلمانوں کی پیش کردہ آئینی تجاویز	تجاویزِ دہلی

AIOU LIBRARY aioulibrary.com